چراغ بزم کا ہوں

مجموعہ کلام جناب سلیماں مرزا کوکبؔ آفندی اکبرآبادی

ترتیب و پیشکش:

باقرؔ زیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَتَکَلَّمُوْ تَعْرَفُوْo

کلام کرو تا کہ پہچانے جاؤ۔

حضرت علیؑ

انتساب

ان نادیدہ قوتوں کے نام

جو کوکبؔ صاحب کو نظر آتی تھیں

اُن سے باتیں کرتی تھیں

اور

اُن کے فیصلے تبدیل کرا دیتی تھیں۔

CHIRAGH BAZM KA HOON

URDU POETRY OF

SULEMAN MIRZA KAUKAB EFFENDI

PRESENTED BY:

BAQUER ZAIDI

All Rights Reserved

Published By:

CHANDAN AND NOUREEN MESAM ZAIDI

Address: 7500 Cavan Court,

Laurel MD.20707-6875, USA

Phone: 301-617-9927

Price: Rs.400

USA $ 10.00

فہرست

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
۱۔	ضروری باتیں	باقر زیدی، کراچی	۱
۲۔	کوکبؔ کا کوئی شعر نہیں لطف سے خالی	ڈاکٹر سید تقی عابدی، کینیڈا	۱۱
۳۔	انسانی احساسات اور تہذیبی اقدار کا شاعر	پروفیسر حسن سجاد، کراچی	۲۴
۴۔	تاثرات	ظفر زیدی، میری لینڈ امریکہ	۳۱
۵۔	پاپا کے نام	چندن، میری لینڈ، امریکہ	۳۲
۶۔	نعت، منقبت اور سلام	کوکبؔ آفندی	۴۰
۷۔	ملی نغمہ		۴۹
۸۔	غزلیں		
☆	روشنی پھیل گئی، شمع شبستاں نکلا		۵۱
☆	عازم ہیں یہاں کے، وہ ارادہ ہے یہاں کا		۵۳
☆	آنکھوں نے ان کے جلوۂ رخ کا مزہ لیا		۵۴
☆	کل مہرباں تھا مجھ پہ، نہ وہ مہرباں ہے آج		۵۶
☆	بیمار ہجر سے یہ تغافل روا نہیں		۵۷
☆	وہ کبھی رحم بھی کرتے ہیں تو کیا کرتے ہیں		۵۸
☆	بندہ کوئی دنیا میں محمدؐ سا ہوا بھی		۶۰
☆	آنے لگے وہ خواب میں فرقت نہیں رہی		۶۳

☆ دیکھنے کو آنکھ ہے ساری خدائی کیلئے ۶۵
☆ نظر ملا کے یہ کیسی نظر چرائی ہے ۶۷
☆ جب کہا میں نے کوئی وصل کی تدبیر بھی ہے ۶۹
☆ ہمیشہ ہم تو ہیں موجود، دو بدو کیلئے ۷۱
☆ یکجا ہی وصف گیسو ور خسار چاہئے ۷۳
☆ اک وار میں اڑا کے وہ عاشق کا سر گئے ۷۵
☆ مر جاؤں تو فرقت کا تو پیغام نہ آئے ۷۷
☆ امید نہیں چرخ ستم گار کے ہوتے ۷۹
☆ وہ تو بیٹھا قتل کرنے کیلئے دل سے مجھے ۸۰
☆ نہ ہوتی تاب، بے پردہ جو تم انجان ہو جاتے ۸۳
☆ جو تیری مہربانی مجھ پہ او ظالم حسیں ہوتی ۸۵
☆ فصل گل ہے باغ میں ہم کو مگر صیاد رکھ ۸۸
☆ اٹھے جب عشق کی لذت، دل اس ظالم پہ آیا ہو ۸۹
☆ اگر چہ تیغ ادا کے ہیں او چھے وار نہیں ۹۱
☆ عارف کوئی حضور کا میرے سوا نہیں ۹۳
☆ رہا اب تا ابد سودا شہادت کا مرے سر میں ۹۶
☆ کرتے ہو جفا مجھ پہ تو رہنا بھی خبردار ۹۹
☆ جنبشِ ابرو سے دو ٹکڑے کلیجہ کر دیا ۱۰۱
☆ ہیں مشتاق ہم اک نظر دیکھ لینا ۱۰۴

☆	کھلا اب حال آئینہ کی یکطرفہ صفائی کا	۱۰۶
☆	دُھن اپنے مکاں کی ہے، تو رُخ میرے مکاں کا	۱۰۸
☆	نہ کیوں شکوہ کروں تجھ سے فلک اپنے مقدر کا	۱۱۰
☆	ہر ایک کو دعویٰ تو ہے پر کس کیلئے ہے	۱۱۱
☆	کافر سے گلہ ہے نہ مسلماں سے گلہ ہے	۱۱۳
☆	کہتا ہوں وہ بت خدا نہیں ہے	۱۱۵
☆	ازل سے میں ترا عارف ہوں مجھ کو عرفاں ہے	۱۱۸
☆	تجھے ڈھونڈ لے جو وہی کامراں ہے	۱۲۰
☆	صدقے دل ان کے حسن پہ دیوانہ وار ہے	۱۲۲
☆	ہنس لو مری وحشت پر ہنسنے کا زمانہ ہے	۱۲۴
☆	اہل جفا جفاؤں سے دنیا ہلا گئے	۱۲۶
☆	عشق میں ہوش ہے دیدار کے خواہاں ہوں گے	۱۲۸
☆	بھڑکے تھے جو فراق کے شعلے بجھا لئے	۱۳۰
☆	خفا وہ ہیں تو سبھی ہو گئے ہیں برہم سے	۱۳۲
☆	یہ دنیا ہے دنیا پہ اس کے سہارے	۱۳۴
☆	نہ ہو جو پختہ کار اتنا وہ کیا راز نہاں سمجھے	۱۳۶
☆	خواب و خیال ہو گئیں باتیں شباب کی	۱۳۸
☆	قضا سے ساز کر کے بند کرتے ہو زباں میری	۱۴۱
☆	کس کی ہمت ہے کوئی اس سے بچالے دل کو	۱۴۳

☆ کون کہتا ہے کہ مجھ میں جذبہِ کامل نہیں ۱۴۶
☆ سجدے میں جس نے سر دیا اس پہ تو ہم نثار ہیں ۱۴۸
☆ وہ دیکھتا ہے مجھے اب یہ دیکھتا ہوں میں ۱۵۰
☆ تری نگاہ کے قرباں بتا کہ کیا ہوں میں ۱۵۲
☆ یقین آئے تو کیسے آئے، ہوئیں تو ہیں بار بار باتیں ۱۵۵
☆ کروں گا ان سے میں خود کروں گا کریں گے کیا راز دار باتیں ۱۵۸
☆ مدہوش و مست ہی تھے جب آئے وہاں سے ہم ۱۶۰
☆ یہ ابتدا ہے رنگ ابھی ہے مجاز کا ۱۶۲
☆ بدلے نہ رخ کہیں نگہہ امتیاز کا ۱۶۴
☆ اب آئے ہو تو بسمل کا تماشہ دیکھ کر جانا ۱۶۶
☆ چارہ گر حال وہ پوچھیں تو کچھ ایسا کہنا ۱۶۸
☆ آنکھوں سے دل ہوا جو نمایاں کبھی کبھی ۱۷۰
☆ عشق بھی چشم پری رویاں کا ہے دل سے مجھے ۱۷۲
☆ کچھ جھکایا تو ہے اس کو آہ کی تاثیر نے ۱۷۴
☆ آگ میں جائیگا اک روز یہی ذوق گناہ ۱۷۶
☆ جذبہِ عشق سلامت ہے تو تاثیر بھی ہے۔۔۔۔۔۔ تضمین ۱۷۷
۹۔ سہرے ۱۷۹
۱۰۔ رخصتی نظم ۱۸۶
۱۱۔ غزل ۱۸۹

ضروری باتیں

باقرؔ زیدی

''چراغِ بزم کا ہوں'' حاضر خدمت ہے۔ یہ جناب مرزا سلیماں مرزا کوکبؔ آفندی اکبرآبادی کا وہ بچا کھچا کلام ہے جسے میں دست بُردِ زمانہ سے بچانے میں کامیاب ہوسکا۔ خطِ شکست میں لکھے ہوئے کچھ انتہائی کہنہ، بوسیدہ اور شکستہ اوراق پر مشتمل ایک چھوٹی سی گٹھری سے یہ سارا کلام دستیاب ہوا۔ بار بار اور بسیار کوشش کے باوجود تحریر پڑھے جانے کے قابل نہیں تھی۔ نقطوں اور اعراب کا استعمال بھی ناپید تھا۔ کوکب صاحب لکھتے وقت انگوٹھے کا استعمال نہیں کر سکتے تھے، صرف پہلی اور بیچ کی انگلی میں قلم دبا کر خط شکست میں آڑی ترچھی لکیریں سی بناتے تھے، حروف کی مروج گولائیوں کا بھی کوئی خیال نہیں تھا، اس لئے ایک ایک غزل کو اتارنے میں دو، دو، تین، تین دن بھی لگ جاتے، اپنی علمی استعداد، ادبی سمجھ بوجھ اور اپنے ۲۳ سالہ شاعری کے تجربے کی بنیاد پر محدب شیشوں کو استعمال میں لا کر بڑی دقت اور انتہائی عرق ریزی سے بالآخر اسے نقل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر بھی کچھ مقامات ایسے تھے جو سمجھ میں نہیں آئے، کراچی آیا تو ہمیشہ کی طرح میرے استاد بھائی جناب نیرؔ اسعدی میری مدد کو آئے اور ان کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کرلیا گیا۔ اور ان کے تقریباً سوا سات سو اشعار میں سے صرف ایک شعر کو حذف کیا گیا۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ میں ان کے کلام کو برباد اور ناپید ہونے سے بچا سکا، اگر یہ کام مجھ سے نہ ہوتا تو یہ کبھی منظر عام پر نہ آسکتا۔ میں اپنی اس کامیاب کوشش پر بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ہائے شکر کے ساتھ حاضر ہوں۔

سلیماں مرزا کوکبؔ آفندی مرزا عاشق حسین بزمؔ آفندی اکبرآبادی کے صاحبزادے اور شاعر اہلبیت علامہ نجمؔ آفندی کے چھوٹے بھائی تھے وہ عمر میں نجم صاحب سے دس سال چھوٹے تھے، ریلوے میں ملازم تھے اس لیے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ان کا قیام رہا۔ جہاں بھی رہے شعر و ادب کی خدمت انجام دیتے رہے بہت سے شہروں میں بہت سے شاگرد چھوڑے، ان کے

شاگردوں میں ایسے بھی تھے جن کی مادری زبان بنگالی تھی اور جن کا تعلق کلکتہ اور اس کے جوار سے تھا۔ کوکبؔ صاحب تقسیمِ ہند کے بعد کراچی چلے آئے اور پھر یہیں عمر گزار دی، ان کی غزلوں کی پوٹلی سے ریڈیو پاکستان کراچی کا ایک دعوت نامہ بھی ملا ہے جس میں ان کو ریڈیو کے مشاعرے میں غزل پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے اور پچیس ۲۵ روپیہ کے معاوضہ کا اعلان بھی، اس دعوت نامہ پر ۱۰ فروری ۱۹۵۱ء کی تاریخ درج ہے، اس دعوت نامہ کی عکسی نقل بھی شاملِ اشاعت ہے، یہ دعوت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شروع ہی سے کراچی کی اعلیٰ درجہ کی ادبی سرگرمیوں کا حصہ تھے، بزمِ غالب اور دیگر ادبی تنظیموں کی ماہانہ نشستوں اور سالانہ مشاعروں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے، حیدری منزل رنچھوڑ لائن کراچی میں جہاں ۱۹۴۸ء سے ان کا قیام تھا، ادبی نشستوں اور مشاعروں کا رواج عام تھا، شعرا اور ادبی شخصیات کے اجتماعات ہوتے رہتے تھے، خود حیدری منزل میں جو شعراء رہائش پذیر تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جناب کوکبؔ آفندی، جناب کلیمؔ بھرت پوری، جناب فیضؔ بھرت پوری، جناب شفقؔ اکبرآبادی، جناب ماسٹر ارشاد حسین ارشادؔ بھرت پوری اور جناب ازلؔ کانپوری، غرض سخن وروں اور سخن فہموں کا ایک ایسا گلدستہ تھا جو حیدری منزل کی فضا کو مہکائے رکھتا تھا۔ حیدری منزل کے مہمان شعرا کی فہرست میں جناب ہادیؔ مچھلی شہری، جناب اسعدؔ شاہجہانپوری، نازشؔ حیدری، شمسؔ زبیری، کرارؔ نوری، ڈاکٹر سید یاورؔ عباس، شاداںؔ دہلوی، ارمؔ لکھنوی، حشمؔ لکھنوی، عزمؔ جونپوری، نیساںؔ اکبرآبادی، نیرؔ اکبرآبادی اور استاد قمرؔ جلالوی جیسے لوگ شامل تھے، حیدری منزل کی خوش گوار یادوں میں علاّمہ رشید ترابی مرحوم کی ایک مجلس بھی ہے جسے سن کر علاّمہ کے مخالف بزرگ حضرات بھی اس اہلِ کمال کے معترف ہوگئے تھے اور پھر کوئی علاّمہ کے خلاف ایک جملہ بھی کبھی حیدری منزل میں نہیں سنا گیا۔ حیدری منزل کے ماحول میں ہمارے ادبی، معاشرتی، سماجی، ثقافتی اور تہذیبی اقدار کی خوشبو بسی ہوئی تھی، بچوں میں مضمون نویسی کے مقابلے، تقریری مقابلے بیت بازیاں

اورادبی مباحثے عام تھے۔ میں بھی اسی فضا میں سانس لے رہا تھا۔ایک روز اردو کی کلاس میں اپنے اردو کے ٹیچر کو ایک شعر کی غلط خواندگی پر ٹوک دیا۔وہ میر انیسؔ کی یہ رباعی پڑھ رہے تھے کہ ''نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہوں'' جب پوری رباعی پڑھ چکے تو میں نے کہا سر، سُن اور چُن کا قافیہ سُخن نہیں ہوسکتا۔ میر انیسؔ سے غلطی ہوئی ہے یا آپ نے پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ان کو غصہ آیا اور میرے دونوں ہاتھوں پر ایک ایک بیدرسید ہوا دوسرے روز وہی استاد محترم کلاس میں میری سیٹ پر آئے میرے کاندھے کو تھپکتے ہوئے جو سزا مجھے دی تھی اس پر معذرت کی اور کلاس سے کہا کہ آپ کی کلاس کا یہ اردوداں آپ کو میر انیس کی رباعی صحیح طرح سنائے گا۔ میں نے تعمیل حکم کی، پھر انہوں نے کہا کہ اردو مادری زبان ہونے کے باوجود ایسی مشکل زبان ہے کہ اردو پڑھانے والا بھی غلطی کرسکتا ہے۔

حیدری منزل سے وابستہ ساعتوں میں کیسے کیسے الفاظ کیسے کیسے روزمرہ اور محاورے کیسی کیسی تراکیب کیسے کیسے فقرے کیسے کیسے مذاکرے کیسی کیسی پھبتیاں کیسے کیسے ادبی معرکے اور کیسی کیسی آوازوں میں کیا کیا اشعار بہ زبان شاعر محفوظ ہیں جن کی یادوں کا دریچہ کھلتا ہے تو اب بھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ان یادوں کا تاثر ایسا سرمایہ ہے جو کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ یہ اکتساب علم سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ''تانہ بخش خدائے بخشندہ'' والی بات ہے،کاش حیدری منزل کے ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۷ء تک کے عشرے کی ادبی زندگی کے شب وروز کوئی قلم بند کرکے محفوظ کرلے۔کیا کیا لوگ تھے جنہیں وقت کے تھپیڑوں اور زمانے کے جبر نے حیدری منزل میں جمع کردیا تھا،کتنی کہانیوں نے جنم لیا،کتنے افسانے بنے کتنے ناول قرطاسِ وقت پر تحریر ہوئے کتنے نئے رشتوں کی بنیاد پڑی کتنے ساتھ چھوٹے، کتنے مفقودالایام اور لاثانی کردار ابھرے، ذہن کے نقوش پر اور یادوں کی زنبیل میں کیا کیا نام موجود ہیں، عین الیقین جو مہمل شعر گوئی کرتے تھے،موزوں شعر کہنا ان کے بس میں نہ تھا مگر حیدری منزل کے منچلوں نے انہیں استاد عین الیقین کہنا شروع کردیا تھا اور وہ خود بھی اپنے آپ کو اسی

مرتبہ پر فائز سمجھتے تھے۔للہ بھائی کی ساری زندگی جو حیدری منزل میں گذری، مشروبات تیار کرنے اور اسکی فروخت میں گذری، خوب آدمی تھے، جناب انجم اکبر آبادی کا یہ شعر جوان کے بھتیجے مشتاق عباس نے مجھے یاد دلایا یہ ہے کہ

ے موت جب آئے گی للّہ بھائی کو
چائے کا چھڑکاؤ ہوگا قبر پر

وکیل صاحب، پکھیروا اور کھوچڑ کیا کیا نام یاد آ رہے ہیں، حیدری منزل کے باسیوں میں بہت سے اللہ کو پیارے ہوگئے، بہت سے حیدری منزل سے امریکہ تک جگہ جگہ آباد ہیں، اللہ ان سب کو تندرست توانا اور خوشحال رکھے۔آمین

کوکبؔ صاحب ۱۸۹۹ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی، ریلوے میں ملازمت اختیار کی، کلکتہ، ہاوڑہ، آسنسول، میرٹھ اور غازی آباد سمیت مختلف شہروں میں رہے، حیدرآباد دکن بھی گئے جہاں اُن کی بیٹی چاند سلطانہ پیدا ہوئی جس کو ساری دنیا اب چندن کے نام سے جانتی ہے، کوکبؔ صاحب کی گیارہ سالہ فالج زدگی کے دوران چندن نے اپنے والد کی بڑی خدمت کی، کوکبؔ صاحب طویل القامت شخص تھے، اُن کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر کر صحن میں لاکر چارپائی پر بٹھانا، سر کی حجامت بنانی، داڑھی کے بال تراشنا، نہلانا دھلانا اور پھر ان کے بستر پر واپس پہنچانا، یہ سب کچھ آسان کام نہیں تھا وہ بھی تن تنہا ایک لڑکی کے لئے، کوکبؔ صاحب کو اللہ نے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا کیں، آٹھ اولادوں میں سے سات اللہ نے لے لیں ایک چندن ہی بچی جو شاید اللہ نے اسی لیئے چھوڑی تھی کہ اپنے بیمار باپ کی خدمت کرے اور جس کا اس نے حق ادا کر دیا۔ماں اور باپ دونوں کی طرف سے حج بدل کروائے، ان کی مغفرت کیلئے نمازوں، دعاؤں اور داد و دہش کا ایک سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے جو شاید اس کے آخری دم تک چلتا رہے گا۔

کوکبؔ آفندی کا ایک شعر سن کر سردار عبدالرب نشتر آبدیدہ ہو گئے،نوشہ مرزا آفندی کے رضویہ کالونی میں کنڈر گارٹن اسکول کا سالانہ جلسہ تھا۔جلسہ گاہ معصوم طالب علموں،اُن کے والدین،ان کے اساتذہ شعبہ تعلیم سے متعلق مقتدر ہستیوں اور معززین شہر سے بھری ہوئی تھی،جلسہ کی صدارت قائد اعظمؒ کے معتمد رفیق کار سردار عبدالرب نشتر فرما رہے تھے،اسکول کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں نے اپنے اس جلیل القدر اور ہر دلعزیز صدر کے لئے ایک نظم پیش کی جس کے ایک ایک شعر نے حاضرین سے داد وصول کی اور جب معصوم بچوں نے شعر پڑھا کہ

مدرسہ کیا نذر لاتا ایسے رہبر کے لئے
سینکڑوں معصوم دل حاضر ہیں نشتر کے لئے

تو سب نے دیکھا کہ ایک محبت بھرا احساس اور گداز دل رکھنے والے پاکستان کے اس عظیم بیٹے کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

۲ جنوری ۱۹۶۱ء کو میری شادی چندن سے ہوئی،کوکبؔ صاحب کا مکان میرے والد حضرت فیضؔ بھرت پوری کے گھر کے متصل تھا۔شادی کے چند ہفتوں کے بعد ہی اپنی والدہ کے کہنے پر میں نے اپنی رہائش کوکبؔ صاحب کے گھر کر لی اور پھر ہم ہمیشہ ساتھ ہی رہے۔آج ۹ مئی ۲۰۱۰ کو میں جہاں بیٹھا اپنا یہ مضمون قلم بند کر رہا ہوں یہ مکان بھی ایک جانب میرے والد کے مکان سے ملا ہوا ہے۔اچھی نانی کا یہ گھر آدھی صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ماضی کا علمبردار ہے،یادوں کا ایک طوفان ہے جو منظر بر منظر پیش کر رہا ہے،سب لوگ چلتے پھرتے مجھے نظر آ رہے ہیں۔اچھی نانی اچھے نانا،ننّن ماموں،میں جب امریکہ سے روانہ ہو رہا تھا تو میرے پاس کراچی میں قیام کے لئے کئی OPTIONS تھے،ناظم کا مکان،ندیم کا مکان،عامر کا مکان کاشف کا مکان اور اپنے عزیز دوست شبر کا مکان،مگر میں نے علی عباس رضوی کی اجازت کے بعد کسی اور OPTION پر دوسری نظر نہیں ڈالی اور کراچی ایئر پورٹ

سے سیدھا اُسی گھر پہنچا جس کی دیواریں میرے والد کے مکان سے متصل ہیں اور جن کو دیکھ کر ایک عجیب سی اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔ یہ گھر ہمارے ماضی کو ہمارے حال سے جوڑے ہوئے ہے۔ اس کا درمیان کا کمرہ جہاں اچھی نانی رہتی تھیں، میرے استعمال میں ہے کوکبؔ صاحب بھی جو اچھی نانی سے کافی بڑے تھے، وہ بھی ان کو اچھی نانی ہی کہتے تھے بلالحاظِ عمر، مرتبہ اور مقام، وہ سب کی اچھی نانی تھیں، مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں نے اپنے بزرگوں میں سے ایک کو دو، دو، نانی کہا اور دوسری کو اچھی نانی کہا اور میرا یہ کہا ہوا ان کی پہچان ہی بن گیا اور اب وہ پورے کراچی کی اچھی نانی ہیں، سامنے سعید صاحب کا گھر ہے، ان کے بیٹے اظہر سے ملاقات ہوتی رہتی ہے برابر میں عبداللہ صاحب کے ہاں سے اکبر کئی بار آچکا ہے اتقا صاحب کے ہاں، میں ہانی اور عنبر گئے، سب سے ملاقات ہوئی، نعمان اور سلمان کی بیویاں ان کی والدہ اور بچیاں سب ہی سے ملاقات ہوئی پرانی قدروں کے لوگ ہیں بغیر تواضع اور مہمانداری کے کہاں چھوڑنے والے تھے اس لیے بہت دیر بیٹھے اور پھر اجازت ملی۔ محبتوں کے قرض بہت مشکل سے ادا ہوتے ہیں اللہ سب کو خوش وخرم اور تندرست وتوانا رکھے۔ آمین

کوکب صاحب 1899ء میں پیدا ہوئے ۱۹۲۷ء میں ان کی شادی حسینہ بیگم بنت ولایت علی سے آگرہ میں ہوئی۔ ریلوے کی ملازمت OPT کر کے ۱۹۴۸ء میں بذریعہ لاہور، کراچی پہنچے اور حیدری منزل میں سکونت اختیار کی پھر رضویہ کالونی میں موجد سرسوی کے گھر میں سال ڈیڑھ سال رہے پھر لسبیلہ کے پل کے ساتھ ایک مکان کرائے پر لے کر اس میں پرچون کی ایک چھوٹی سے دکان کھول لی اور آخر کار ۱۹۵۵ء میں اپنے نامکمل سے گھر میں ناظم آباد منتقل ہوگئے یہ مکان فرح ظفر کے امریکہ جانے کے بعد چندن کے کہنے پر فروخت کر دیا گیا۔

کوکبؔ صاحب کا جنوں سے کوئی تعلق تھا یا نہیں اس کے بارے میں خاندان میں کچھ کہانیاں

مشہور ہیں آپ بھی سن لیجیے۔کوکبؔ صاحب کے والد حضرت بزمؔ آفندی کے لڑکپن کا یہ دلچسپ واقعہ زباں زدِ عام ہے کہ گھر میں کسی نے ان کے ہاتھوں میں مہندی لگی دیکھی، پوچھا تو انہوں نے جواب سے گریز کیا، بات منشی منیرؔ تک پہنچی، انہوں نے پوچھا، عاشق حسین تمہارے ہاتھوں پر یہ مہندی کیسی ہے،فرماں بردار بھانجے نے جواب دیا کہ آج رات میری شادی ایک پری سے ہونے والی ہے یہ سن کر ہرفن استاد منشی منیرؔ نے کہا کہ تم اس کمرے کے اندر چلے جاؤ،خواہ کچھ ہو باہر نہ آنا اگر پورے گھر کو آگ لگ جائے تب بھی تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلو گے، یہ کہہ کر اس کمرے میں تالہ ڈالا اور چابی اپنے پاس رکھ لی۔کمرے کے سامنے سفید چاندنی بچھادی گئی، شمعیں اگر بتیاں روشن کردی گئیں اور ایک تخت شہ نشین کے طور پر کمرے کے دروازے کے ساتھ بچھادیا گیا جس پر منشی منیرؔ بیٹھ گئے اور اس پورے علاقے کو حصار کھینچ کر محفوظ کرلیا۔کچھ دیر بعد جنوں کی یلغار ہوئی اُن کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح مرزا عاشق حسین کو اپنے ساتھ لے جائیں مگر وہ منشی منیرؔ کے کھینچے ہوئے مضبوط حصار میں تھے،رات بھر لڑائی ہوتی رہی مگر جنات کامیاب نہ ہوسکے آخر کار صبح دم شکست خوردہ وہاں سے لوٹنے پر مجبور ہوئے لیکن جاتے جاتے یہ کہہ کر گئے کہ وہ آج کا انتقام آئندہ نسلوں سے بھی لیں گے۔

پھر ایک روز اچانک یہ معلوم ہوا کہ بزمؔ صاحب کے بیٹے مرزا اعجاز حسین عین عالم شباب میں غائب ہوگئے جو باوجود تلاشِ بیسار کہیں نہیں ملے۔پھر ایک دن نیر اکبر آبادی نے جو اُن کے رشتہ کے بھائی تھے جھانسی کی ایک شکار گاہ میں ان کو گھوڑا دوڑاتے ہوئے دیکھا تو ان کا پیچھا کیا،انہوں نے اپنا گھوڑا اور تیز کردیا،گردن پھرا کر نیر اکبر آبادی کو دیکھا اور صرف اتنا کہا کہ نیر میرا پیچھا نہ کرو تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔میں ان کی تحویل میں ہوں۔نیر صاحب اعجاز بھائی۔اعجاز بھائی کہتے رہ گئے اور وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے روپوش ہوگئے اور پھر وہ کسی کو،کبھی،کہیں نظر نہیں آئے۔

جناب مرزا عاشق حسین بزمؔ آفندی کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے۔وہ اردو شاعری کے ایک

مستند استاد کا درجہ رکھتے ہیں وہ صاحب دیوان شاعر ہیں، ان کا معراج نامہ اتنا مشہور ہوا کہ اُنہیں معراج الشعرا کے خطاب سے نوازا گیا۔ معراج کے حوالے سے ان کی غزل کا یہ شعر بھی تمام ہندوستان سے خراج تحسین لے چکا ہے۔

ایک شب عرش پہ محبوب کو بلوا ہی لیا
ہجر وہ غم ہے، خدا سے بھی اُٹھایا نہ گیا

میں نے اپنی نوعمری میں ان کو ۱۹۴۷ء میں حیدرآباد دکن میں دیکھا ہے، بزم صاحب بلند قامت باوقار اور وجیہہ وشکیل شخصیت کے حامل تھے سر اور داڑھی کے سب بال سفید تھے، کوکب صاحب ظاہری اور جسمانی اعتبار سے اپنے والد سے بہت مشابہہ تھے، بزم صاحب نے تقریباً سو سال عمر پائی ۱۹۵۳ء میں حیدرآباد دکن میں انتقال کیا۔ اُن کے شاگرد انہیں پالکی میں گود میں اٹھا کر سوار کراتے اور وہ اس کبرسنی کے باوجود رات بھر شاعروں کی صدارت کرتے اور مشاعرہ ختم کروا کے گھر لوٹتے تھے۔ اُن کے بے شمار شاگرد حیدرآباد دکن آگرہ اور دیگر شہروں میں موجود تھے، وہ تمام اصنافِ سخن پر مکمل دسترس رکھتے تھے ان کی قادرالکلامی کے بے شمار مظاہر ان کی غزلوں اور مرثیوں میں بھرے پڑے ہیں ضیاالحسن مولوی کے مطابق انہوں نے سینکڑوں مرثیے کہے، میری بیوی چندن جوان کی پوتی ہیں اُن کا کہنا ہے کہ ایک بڑے سائیز کا صندوق دادا ابا کے مرثیوں سے بھرا ہوا تھا۔ میرے پاس ان کے کل اٹھائیس مرثیے موجود ہیں جو انشاءاللہ جلد منظر عام پر لائے جائیں گے، بزمؔ صاحب اپنے ماموں منشی منیرؔ سے اصلاح لیتے تھے، کہتے ہیں کہ رئیس پنڈراول نے نجمؔ آفندی کو مرزا اوجؔ کی شاگردی کا مشورہ دیا تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ میرے گھر کی استادی ہے میں کیوں کسی اور کو استاد بناؤں۔ رئیس نے پوچھا کون تو کہا منشی منیرؔ، یہ سن کر وہ خوش بھی ہوئے اور مطمئن بھی۔

قارئین کرام اس کتاب کا انتساب دیکھ کر ضرور چونکے ہوں گے، جنوں سے متعلق کوکب

صاحب کے والد اور بھائی کے واقعات تفصیلاً اوپر بیان ہو چکے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کوکب صاحب کا فالج بھی جنوں ہی کا دیا ہوا تھا۔ ۱۹۵۹ء میں میری شادی سے دو سال پہلے ان پر فالج کا حملہ ہوا جس نے ان کے آدھے دھڑ کو ناکارہ بنا دیا۔ ساتھ لقوہ بھی تھا جو علاج سے ٹھیک ہو گیا مگر فالج ان کا مرض الموت ٹھہرا، کوکبؔ صاحب گیارہ سال بستر پر رہے، مگر ان کا بدن کہیں سے لگا نہیں، دانے یا آبلے کچھ نہیں پڑے، میں کبھی ان کے فالج زدہ پیر میں گدگدی کرتا تو وہ اپنا پیر ہٹانے کی کوشش کرتے یعنی فالج میں بھی گدگدی کا احساس انہیں ہوتا تھا، نماز پانچ وقت کی باقاعدگی سے پڑھتے تھے مگر بغیر وضو کے، وہ وضو کر ہی نہیں سکتے تھے، طہارت کے تقاضے بھی پورے ہونے ممکن نہ تھے، قیام قعود اور سجدہ بھی صحیح طرح ادا کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔ سارے ارکان وہ اشاروں ہی سے ادا کرتے، آخری ایام میں عجیب قسم کے دورے انہیں پڑنے لگے تھے جو رفتہ رفتہ بڑھتے گئے اور ان کے دورانیے میں بھی شدت آتی گئی اور ایسے ہی ایک دورے کے دوران وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے جس روز انتقال ہوا، میرے بینک کیلئے روانہ ہوتے وقت انہوں نے کہا، بھئی آج ذرا جلدی آ جانا، آج ہم شاید چلے جائیں، میں نے مذاقاً کہا، خالو ابا آپ ہر روز جانے کی بات کرتے ہیں اور پھر جانے کا ارادہ بدل دیتے ہیں یہ سن کر وہ بہت زور سے ہنسے اور کہا، تم نے فانیؔ کا وہ شعر سنا ہے۔

چمن سے رخصتِ فانیؔ قریب ہے شاید
کچھ اب کے بوئے کفن دامن بہار میں ہے

میں نے کہا فانیؔ کی بات چھوڑیئے، اُسے سوائے موت کی باتیں کرنے کے اور کچھ آتا ہی کب تھا، کہنے لگے نہیں بیٹا فانی اردو غزل کا بڑا شاعر ہے، اس شام حسب معمول جب میں گھر پہنچا تو کوکبؔ صاحب واقعی جا چکے تھے۔ گھر میں عزیز رشتہ دار، سوگواروں کو تعزیت دینے کیلئے جمع ہو رہے تھے اور سوگواروں کے جھمگٹ میں ایک کالی بلی میت کی چارپائی سے لگی بیٹھی تھی۔ کبھی ہٹنا بھی پڑتا تو ہٹ جاتی

مگر موقع پاتے ہی پھر آ بیٹھتی، وہ کالی بلی جنازے کے جلوس کے ساتھ گھر سے نکلی اور قبرستان تک گئی، پھر وہ کہیں نظر نہیں آئی، اپنی زندگی کے آخری ایام میں کوکبؔ صاحب کو میں نے خود نادیدہ لوگوں سے باتیں کرتے سنا ہے، میں نے پوچھا بھی کہ خالوابا یہ کون لوگ ہیں کیوں آتے ہیں اور کہاں سے آتے ہیں، تو گھر کی مشرقی دیوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ادھر سے آتے ہیں میری مزاج پرسی کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ کسی سے کچھ کہتے نہیں اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے، انہوں نے مزید بتایا کہ ہندو ہیں میں نے کہا کیسے معلوم تو کہا وضع قطع سے ہندو لگتے ہیں عورت، مرد، بوڑھے، بچے ادھیڑ اور جوان سب ہی ہیں، ایک روز میں نے مولانا رضا لقمان سے پوچھا کہ یہ خالوابا کیا کہتے ہیں، کہنے لگے وہ کچھ غلط نہیں کہتے انہیں جو نظر آتا ہے، وہی کہتے ہیں پھر میں نے اپنے رشتہ کے بھائی، عباس بھائی سے جو جنوں کے تعلقات کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت رکھتے تھے، کچھ سوالات کئے جن کے جواب جنوں ہی سے ملے یعنی وہ تحریر جنوں ہی کی تھی، ان کا جواب یہ تھا کہ

”آپ کے گھر میں جنات ہیں لیکن آپ کو گھر چھوڑنے کی ضرورت نہیں، وہ آپ سے کچھ نہیں کہیں گے“۔

یہ حسنِ اتفاق بھی میرے لئے بڑی کسب سعادت ہے کہ شاعر اہلبیت حضرت علامہ نجم آفندی کو بھی کوکبؔ صاحب کے 5 سال بعد غسل وکفن میں نے اپنے ہاتھوں سے دیا۔ کوکبؔ صاحب کو غسل دیتے لوگ ڈرتے تھے، وہ کالی بلی سب کی نظروں میں تھی اس لئے کوکبؔ صاحب کا غسل وکفن مجھی کو کرنا پڑا تھا۔

میں آپ کے اور ”چراغ بزم کا ہوں“ کے درمیان زیادہ دیر حائل ہونا نہیں چاہتا۔ اس لئے اجازت دیجئے اور کوکب صاحب کے کلام کا لطف اٹھایئے، خدا حافظ

آپ سب کا

باقرؔ زیدی

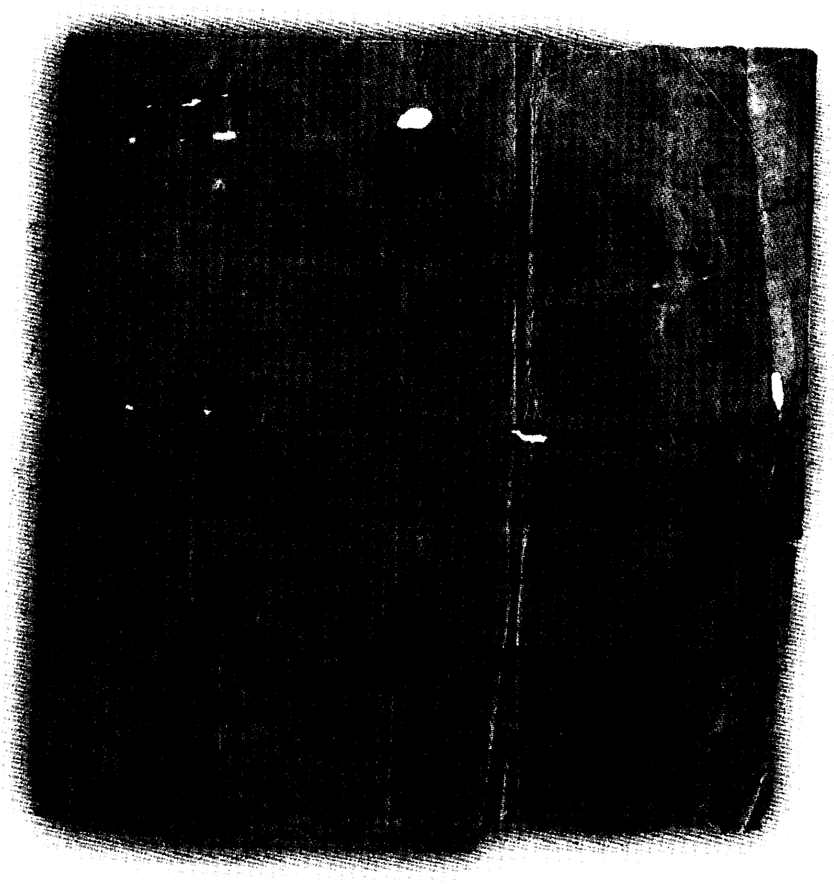

کوکب صاحب کے نام ریڈیو پاکستان کراچی کے مشاعرے کا دعوت نامہ جو ۱۰ فروری ۱۹۵۱ء کو ہوا۔

کوکب آفندی، فرزانہ بیٹی، حسینہ بیگم بیوی اور بڑی بیٹی چندن کے ساتھ۔

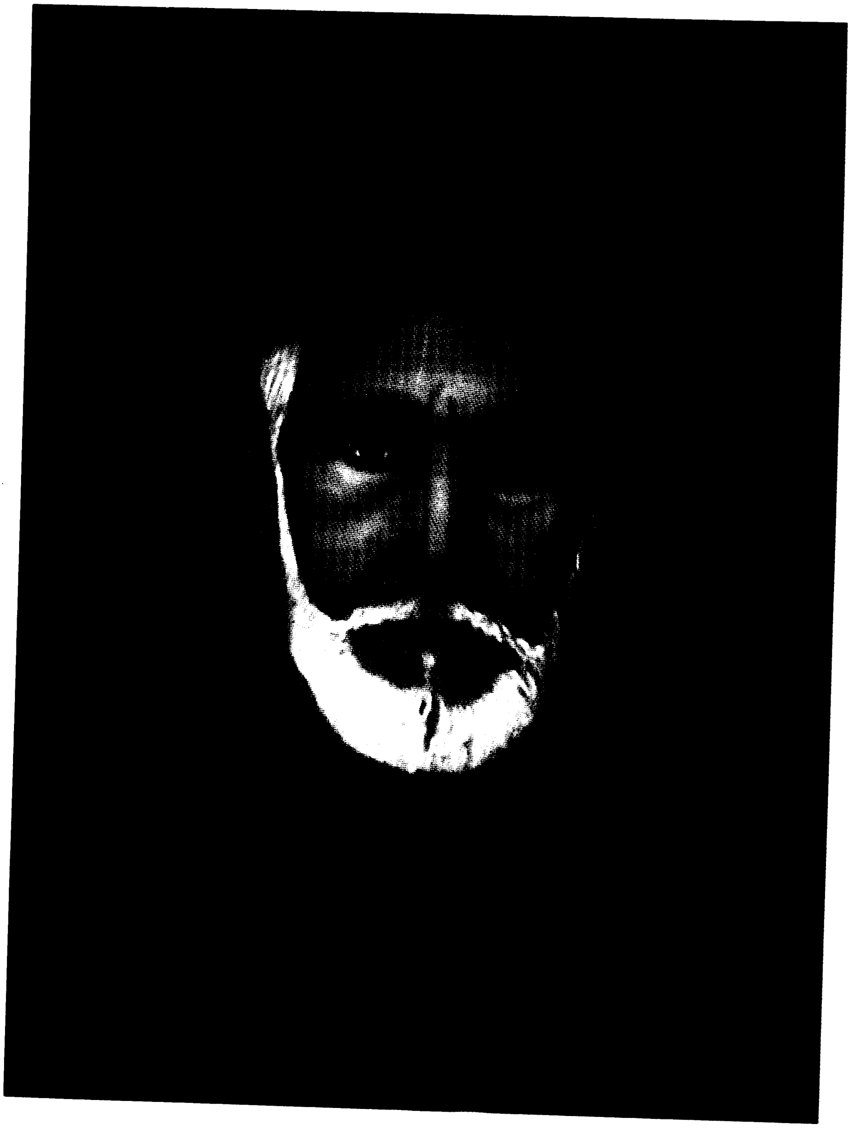

کوکب آفندی کے والدِ ماجد حضرت بزم آفندی اکبر آبادی۔

شعر و سخن میں نجمؔ یہ ہیں بے نیازیاں
بیٹھا ہوں اجتہاد کی قوت لیے ہوئے

کوکب صاحب کے برادر بزرگ حضرت علامہ نجم آفندی اکبرآبادی۔